تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْعَدَل

(تقریر نمبر19)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (الانعام:116)

یعنی تیرے ربّ کی بات سچائی اور انصاف کے لحاظ سے اِتمام کو پہنچی۔ کوئی اس کے کلمات کو تبدیل کرنے والا نہیں اور وہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے

(درثمین)

سامعین: آج خاکسار کی تقریر کا عنوان اللہ تعالیٰ کا ایک اہم صفاتی نام "**اَلْعَدَل**" ہے جس کا مطلب ہے انصاف کرنے والا۔ یہ نام ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکام، فیصلوں اور کاموں میں کامل انصاف کرتا ہے اور اس کی ذات میں ظلم کا کوئی عَنصر شامل نہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیتے وقت مکمل انصاف کرتا ہے۔ وہ کسی کو اس کے گناہ سے زیادہ سزا نہیں دیتا اور ایک شخص کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالتا۔

عدل کے معنی میں ظلم شامل نہیں۔ اگر عدل میں وہ ذات سزا بھی دے تو یہ ظلم کے خلاف نہیں۔ مریض ہسپتال میں صحت پانے کے لئے داخل ہوتا ہے اِسی طرح اللہ تعالیٰ ایک گناہگار شخص کو جہنّم میں بغرض اصلاح داخل کرتا ہے اور روحانی معنوں میں صحتیاب ہونے کے بعد اُسے جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ کرنے والا۔ پس عدل یہ ہے کہ سزا اتنی ہی دے جتنی کا سزاوار ہے یا جو اصلاح کے لئے کافی ہے اس میں ظلم کا شائبہ تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ انصاف اور دیانت داری سے عدل کرتا ہے۔

"**اَلْعَدَل**" گو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جو 99 صفات گنوائی ہیں اُن میں **اَلْعَدَل**، 29 نمبر پر بیان ہوئی ہے (ترمذی کتاب الدعوات)۔ اللہ تعالیٰ نے **عَدَل** کے لفظ کو قرآن کریم میں 13 بار استعمال فرمایا ہے۔ اِن میں سے زیادہ جگہوں پر مؤمنوں کو عدل و انصاف کرنے کی تلقین ملتی ہے۔

عربی زبان میں لفظ "**اَلْعَدَل**" کی جڑ "ع د ل" ہے۔ عربی محاورے میں "عَدَلْتُ عَنِ الطَّرِيْقِ" کا مطلب ہے "مَیں راستے سے مڑا"۔ جب کوئی شخص عدل کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ظلم چھوڑ کر سیدھی اور انصاف والی راہ اپناتا ہے۔ اسی لیے "**اَلْعَدَل**" اس ذات کو کہا جاتا ہے جو اپنے ہر فیصلے پر پورا انصاف کرے۔

ابن قیم رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں: والعدلُ من أوصافهِ في فعلهِ ومقالِهِ والحكم في الميزانِ۔

یعنی عدل بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے افعال، اقوال اور میزان سب ہی عدل سے متّصف ہیں۔

عدل اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور ذاتی صفت کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ: وہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں، تو صفت عدل بھی ایسے ہی ہے کہ وہ ہمیشہ سے عدل فرما رہا ہے اور ہمیشہ عدل فرماتا رہے گا، اس میں کبھی انقطاع نہیں آئے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" یہ بالکل سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی کے ساتھ کوئی جسمانی رشتہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود انصاف ہے اور انصاف کو دوست رکھتا ہے وہ خود عدل ہے اور عدل کو دوست رکھتا ہے اس لئے ظاہری رشتوں کی پروا نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی رعایت کرتا ہے اسے وہ اپنے فضل سے بچاتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 2، صفحہ 310، ایڈیشن 2010ء)

اللہ تعالیٰ عادل ہے، اُس کے پیارے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عادل ہیں اِسی لیے مسلمانوں کو بھی عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہم عدل کریں اور ظلم نہ کریں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ (الحجرات:10)

یعنی یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل کی کئی مثالیں ہمیں احادیث سے ملتی ہیں۔

روایت ہے کہ قریش کی ایک مخزومی خاتون نے چوری کی اور اُسے اسلامی تعلیم کے مطابق سزا دینے کا جب وقت آیا تو اِس امیر اور صاحبِ مرتبہ خاتون کو سزا سے بچانے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ

"تم اللہ کی حدود میں سے ایک حدّ کے بارہ میں سفارش کرتے ہو؟۔ اے لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اِس بات نے ہلاک کیا کہ جب اِن میں سے کوئی معزّز چوری کرتا تھا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے اور جب اُن میں کوئی کمزور چوری کرتا تھا تو اُس پر حدّ قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتی تو مَیں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 669)

غزوۂ بدر کے موقع پر قیدیوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی گرفتار ہوئے تھے۔ قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کیا جارہا تھا۔ فدیہ کی رقم چار ہزار درہم تھی، لیکن امیر ترین لوگوں سے فدیہ کی رقم کچھ زیادہ لی جارہی تھی۔ چوں کہ حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اس لیے چند صحابہ کرام نے عرض کیا:

"یارسول اللہؐ! اجازت دیجیے کہ عباس کا فدیہ معاف کر دیا جائے۔"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہرگز نہیں۔ بلکہ عباس سے ان کی امیری کی وجہ سے حسب قاعدہ چار ہزار درہم سے زیادہ وصول کیے جائیں۔"

(صحیح بخاری)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی بھی شخص غصّے کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔"

(صحیح مسلم:1717)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غصّے کی حالت میں انسان عدل سے کام نہیں لے سکتا اس لیے بہتر ہے کہ جب غصّہ کم ہو جائے تو ٹھنڈے دل سے غور کر کے پھر جس کا بھی فیصلہ کرنا ہو انصاف کے ساتھ کرے۔

منصبِ عدالت پر فائز حاکم پر ہمیشہ خشیتِ الٰہی طاری رہنی چاہیے کہ ذرا سی غفلت سے کسی کا حق تلف ہو سکتا ہے یا کسی کو استحقاق کے بغیر کچھ مل سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو، ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی فریق اپنا مؤقف پیش کرنے میں زیادہ حُجّت باز ہو اور مَیں (دلائل سن کر) اُس کے بھائی کے حق میں سے کوئی چیز اُسے دے دوں، تو (وہ یوں سمجھے کہ) مَیں اُسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں، سو وہ اسے (ہرگز) نہ لے" (بخاری:2680)

تاریخ اسلام نے یہ واقعہ بھی صفحۂ قرطاس پر محفوظ کیا ہے کہ جب دو عورتوں میں ایک بچے کی ملکیّت بارے جھگڑا ہوا تو حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام نے چھری کے ذریعہ بچے کو آدھا آدھا کرنے کا فیصلہ سنایا تو بچے کی حقیقی والدہ بچے کی ملکیّت سے فوری طور پر دستبردار ہو گئی اور کہا کہ میرے جان سے پیارے بچے کو نہ کاٹیں۔ دوسری خاتون کو دے دیں۔ تب منصف نے بچہ اُس خاتون کو دلوا دیا جو کاٹنے کے حق میں نہ تھی۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 668)

سامعین! اس نام کو سمجھنے سے انسان اپنی زندگی میں انصاف، سچائی اور برابری اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کسی کے ساتھ ناانصافی کرنے سے بچتا ہے۔ عدل قائم کرنے والا بنتا ہے چاہے اپنے خلاف بھی فیصلہ دینا پڑے۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے مثلاً رشتوں میں توازن، حق اور فرائض کی ادائیگی۔ غصّے، جذبات، تعلقات میں انصاف کرتا ہے۔ دوست ہو یا دشمن، حق بات کہتا ہے۔ بیوی بچوں، والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رشتوں میں حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ بالکل سچّی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی کے ساتھ کوئی جسمانی رشتہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود انصاف ہے اور انصاف کو دوست رکھتا ہے۔ وہ خود عدل ہے، عدل کو دوست رکھتا ہے۔ اس لیے ظاہری رشتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی رعایت کرتا ہے اسے وہ اپنے فضل سے بچاتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے اور اسی لیے اُس نے فرمایا: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ (الحجرات:14)"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 309 تا 310، ایڈیشن 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

" کئی وقت انسان کے لیے امتحان کے ہوتے ہیں..... آدمی بعض اوقات محبّت میں بھی حَد سے بڑھ جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقدّمات میں گواہی دینے کا ہوتا ہے آدمی اپنے عزیز دوست کا نقصان گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کو مقدّم رکھو اور گواہی انصاف سے دو خواہ اپنے عزیزوں کے مقابلہ میں ہو۔ اپنی جان پر یا اپنے ماں باپ ہی کے متعلق گواہی دینی پڑے۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 29 جولائی 1909ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"جو شخص دنیا میں خدا تعالیٰ کے لیے انصاف کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے دل میں بھی محبّتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ انصاف کا ترک اپنے یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں اور عزیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انسان اسی لیے انصاف چھوڑتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اگر مَیں نے انصاف سے کام لیا تو میری ماں کو نقصان پہنچے گا یا میرے باپ کو نقصان پہنچے گا یا میرے رشتہ داروں کو نقصان پہنچے گا۔ پس انصاف کے ترک کی ایک بڑی وجہ اپنی یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی محبّت ہوتی ہے اور یا پھر انصاف کا ترک دشمن کے بُغض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہی دو وجوہ ناانصافی کے ہوا کرتے ہیں... جب وہ دیکھتا ہے کہ اگر فلاں مقدمہ کا مَیں یوں فیصلہ کر دوں تو میرے بچہ کو فائدہ ہو گا یا میرے دوست کو فائدہ ہو گا یا ماں باپ کو فائدہ ہو گا مگر اس کے باوجود وہ نہیں کرتا تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور بڑی محبّت اُس کے پیچھے ہے اس لیے وہ انصاف کو ترک نہیں کرتا یا اگر کوئی بڑا دشمن اس کے قابو آ گیا ہے مگر باوجود اس کے کہ یہ اُس سے بدلہ لے سکتا ہے پھر بھی یہ انصاف سے کام لیتا ہے اور دشمنی کی پرواہ نہیں کرتا تو صاف ظاہر ہے کہ اُس بُغض کا بدلہ لینے کے پیچھے کوئی ڈر اور خوف ہے جو اُسے ترکِ انصاف سے روکتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر مَیں نے بدلہ لیا تو میرے لئے اچھا نہیں ہو گا... یہ محبّت یا خوف اللہ تعالیٰ کا ہی ہو سکتا ہے اور جس کے دل میں یہ بات نہیں لازماً اُس کا یہ فعل اِس لئے ہو گا کہ گویا وہ کسی بڑی طاقت کو مانتا ہے یا اُس کے قریب ہونا چاہتا ہے اور جب ایسا مقام کسی کو حاصل ہو جائے تو لازماً وہ خدا تعالیٰ سے محبّت کرنے لگ جائے گا اور جب وہ خدا تعالیٰ سے محبّت کرے گا تو خدا بھی اُس سے محبّت کرنا شروع کر دے گا۔"

(انوار العلوم جلد 23 تعلق باللہ صفحہ 194-195)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

" تیسری چیز جو قضاء کے متعلق بنیادی طور پر ہمیں قرآنِ کریم میں نظر آتی ہے یہ ہے کہ ہر فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہونا چاہیے اگر ہمارے فیصلے حق اور انصاف پر مبنی نہیں تو پھر ہم صرف دنیا ہی کے گناہ گار نہیں ہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھی گناہ گار ہیں۔ ہم اس کی پرستش کا حق ادا نہیں کر رہے... ہمارے فیصلے حق و انصاف پر ہونے چاہئیں۔ سفارشوں پر ہمارے فیصلے نہیں ہونے چاہئیں اور نہ رشوت پر۔" (خطبات ناصر جلد 2 خطبہ جمعہ فرمودہ 2 مئی 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

" بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے عدل کی یہ تعلیم از حد ضروری ہے۔ تاہم جس خدا کا تصوّر قرآن کریم پیش فرماتا ہے وہ عادل ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر محسن بھی ہے۔ سو اس کے بندے اس کی طرف سے، انصاف سے کہیں بڑھ کر امید رکھنے میں حق بجانب ہیں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اس بات کی تصدیق کرتی ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (النمل:63) یعنی یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے اس سے دور کر دیتا ہے اور زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو یہاں اَلْمُضْطَرَّ سے ایسے لوگ مراد ہیں جو شدید رنج و غم اور درد والم میں مبتلا ہوں۔ بعض اوقات تو ان کا دکھ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ جیسے ان کے دل ابھی پھٹ جائیں گے۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ محض انصاف سے ہی کام نہیں لیا کرتا بلکہ اپنے بندوں کے ساتھ احسان کا سلوک فرماتا ہے خواہ ان کے اعمال اس قابل نہ بھی ہوں۔ ایک مضطرّ یعنی بے قرار شخص خواہ ہستی باری تعالیٰ کا منکر بھی ہو بہر حال یہ تو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کے لگے بندھے اصولوں سے ہٹ کر معاملہ فرماتا اور اضطراری حالت میں اس پر احسان کرتے ہوئے اس کی دادرسی فرماتا ہے۔ اذیّت میں مبتلا شخص کی فریاد سنی جاتی ہے اور اس کی سابقہ بداعمالیوں سے قطع نظر اس کو قبولیت سے بھی نوازا جاتا ہے۔"

(عدل احسان اور ایتاء ذی القربیٰ صلی اللہ حصّہ دوم صفحہ 121-122)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے۔

" اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بے شک وسیع ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی صفت عدل کے تحت غضب بھی رکھتا ہے۔ جب وہ فیصلہ کرنے لگتا ہے تو انصاف کرتا ہے۔ جب انسان قانونِ الٰہی جو ہے اس کو توڑتا ہے، اپنی حدّوں سے بڑھتا ہے تو اس وقت یہ جو عدل کی صفت ہے اپنا حق پیدا کر دیتی ہے اور اس وقت اس کی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو قانونِ قدرت رکھا ہے اس کے تحت حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو سزا بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس لئے اس نے گناہگاروں کے بارہ میں رحمت حاوی کرنے کا نہیں فرمایا بلکہ تقویٰ پر چلنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں اور جو خدا تعالیٰ کے نشانوں پر ایمان لانے والے ہیں ان کے بارہ میں فرمایا کہ ان پر میری رحمت واجب ہے۔ پس ایک مؤمن کا کام ہے کہ اس رحمت کے حصول کی کوشش کرتا رہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی وسیع تر رحمتوں کی امید رکھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 رمئی 2009ء)

پس دنیا میں عدل اور انصاف قائم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اس کے علاوہ کبھی وہ اعلیٰ معیار قائم ہو ہی نہیں سکتا جو دنیا سے ناانصافی اور ذاتی غرضوں کے حصول کو ختم کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور جگہ فرمایا کہ:

"تمام قویٰ کا بادشاہ انصاف ہے۔ اگر یہ قوّت انسان میں مفقود ہے تو پھر سب سے محروم ہونا پڑتا ہے"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 24۔ ایڈیشن 2003ء)

سامعین! اسلامی تعلیمات میں **عدل** کی اہمیت، افادیت اور برکات کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ **عدل** کی تعلیم و تلقین کو جمعہ کے مبارک روز میں خطبہ ثانیہ میں رکھا گیا۔ لکھا ہے کہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل الفاظ کا خطبہ ثانیہ میں اضافہ کیا۔

عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ **بِالْعَدْلِ** وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ" (النحل:91)۔ اُذْکُرُوْا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَادْعُوْہُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

(مناجاتُ الرسولؐ از حافظ مظفر احمد صفحہ 46 مطبع جرمنی)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)